https://famousurdunovels.blogspot.com/

حیا

فاخرہ وحید

http://primenovels.blogspot.com/

"حیا"

مصنفہ: فاخرہ وحید

پارٹ 1

چھوڑو مجھے..

چھوڑو...

"وہ چیخ رہی تھی"

"وہ شدید تھکن کی حالت میں تھا"

ارے صاحب..

کیسے مزاج ہیں

بڑے دن بعد آنا ہوا..

"ببلی مسکراتے ہوئے"

"حمزہ گہری سانس لیتے ہوئے"

مصروف تھا..

"ببلی ہنستے ہوئے" آج ساری تھکن اتار دوں گی آپ حکم کریں صاحب,

طنزیہ مسکرائی "کیسامال دکھاؤں صاحب..

"بیزاری سے نظر ادھر ادھر گھماتے..

نظر ٹھہر گئی "ابرو بھینچ کر"

یہ کون ہے..

"ببلی براسامنہ بناتے ہوئے" نیامال ہے آج ہی اٹھایا ہے..

بہت چڑچڑ کر رہی ہے..

"ماتے پر بل پڑے" چلا کر کہا" اے تم سے ایک لڑکی نہیں قابو ہو رہی.

"وہ مسلسل چیخ رھی تھی "خود کو چھڑوانے کی ناکام کوشیش"

چھوڑو..

چھوڑو مجھے درد ہو رہا ہے..

"دو موٹی بدھی عورتیں سختی سے اسے جکڑے ہوئے تھی

"پر وہ ہار نہیں مان رہی تھی..

"سخت ہاتھوں کی پکڑ میں نازک سی حیا بھرپور مزمت کر رہی تھی"

"حمزہ قدم اٹھاتا.. نظر ہٹائے بغیر اس کی طرف بڑھ رہا تھا

"ببلی بڑبڑاتے ہوئے پیچھے آئی"

ارے صاحب چھوڑو اسکو اوپر چلو چکنا مال دکھاتی ہو...

"لیکن وہ کچھ سن ہی نہیں رہا تھا"

"اسے قریب آتا دیکھ کر وہ اور زور سے چیخنے لگی تھی"

"غصے سے"

مجھے ہاتھ مت لگانا..

میں جان سے مار دوں گی __ میرے قریب بھی آئے تو"

"وہ رکا"

"وہ اب بھی دو سخت ہاتھوں کی گرفت میں تھی"

ببلی تیوری چڑھاتے ہوئے "اس کے تو پر کترنے پڑیں گے..

پاس کھڑی سنوالی رنگ کی لڑکی __ سینہ بڑھا ہوا اور کھولے چھیلے ہوئے "بلاوز اور ٹراوزر میں ملبوس تھی

"اسے گھورتے ہوئے"

"منہ کیا دیکھ رہی ہے انجکشن لگا اس منحوس کو" جب سے آئی ہے دماغ خراب کیا ہوا ہے..

"حمزہ مسلسل اسے ہی دیکھ رہا تھا"

کم عمر..نازک سی لڑکی..

"چڑیا کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی"

لیکن وہ ہمت نہیں ہار رہی تھی..

"اب وہ دانتوں سے عورتوں کہ ہاتھوں کو کاٹنے کی کوشیش کر رہی تھی"

"سنو الی لڑکی انجکشن لے آئی" "یہ لیں ببلی باجی"

"ببلی غصے سے حیا کی طرف بڑھنے لگی"

"حمزہ سخت لہجے میں"

"رکو..

ببلی منہ بناتے ہوئے "ارے صاحب کیوں وقت ضائع کرتے ہو

"اسے تیار کرنے میں وقت لگے گا...

صاحب تم اوپر چلو میرے ساتھ.."

"حمزہ ابرو اٹھاتے ہوئے"

مجھے یہ لڑکی چاہیئے..

قیمت بتاؤ..

حیا چیختے ہوئے "کوئی چیز نہیں ہوں جو میری قیمت لگا رہے ہو..

چھوڑ دو..

میں جان لے لوں گی تمہاری...

میں کہیں نہیں جاؤں گی سنا تم نے..

"پھر سے خود کو چھڑوانے کی کوشش"

"حمزہ سخت لہجے میں "چھوڑ دو اسے"

"عورتوں کے ہاتھ ڈھیلے ہوئے"

پر صاحب.."ببلی منہ بناتے ہوئے بولی"

"میں نے کہا.. قیمت بتاؤ__ اور اسے میرے حوالے کر دو

حیا کو دیکھتے ہوئے"

میں خود قابو کر لوں گا.."

"ببلی حیا کو گھورتے ہوئے جو خود کو چھڑوا کر کمرے کے کونے میں کھڑی تھی دوپٹا اتر چکا تھا"

ٹھیک ہے صاحب"ایک رات کے تیس ہزار لوں گی..

"حیا کی سانسیں اب رک رہی تھی"

"حمزہ دانت چباتے ہوئے"

یہ میرے ساتھ جائے گی__ منہ مانگی قیمت دوں گا"

ماتے پر بل آئے "ایسے کیسے صاحب آج ہی تو اٹھا کر لائے..

پانچ لاکھ"

"حیا پر سے نظر ہٹائے بغیر بولا"

بلی کی آنکھوں میں چمک اتر آئی"

مسکراتے ہوئے "جو حکم صاحب..

حمزہ چیک نکالتا ہے "حیا موقع دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کرتی ہے"

حمزہ بازو دبوچ لیتا ہے"

آہ___ چھوڑو مجھے... جانے دو..

"غصے سے آنکھوں میں دیکھتے ہوئے"

تم مجھے چھو نہیں سکتے.. سمجھے تم

حمزہ کھینچ کر قریب کرتے ہوئے "اگر تم چپ نہی ہوئی تو..

حیا غصے سے"

"تو کیا..

"وہ مزید قریب آیا"

حیا کی دھڑکن تیز چل رہی تھی__لب خاموش ہو گئے"

آنکھیں بھیچ لیں"

حمزہ قریب تھا اور اس پر حیا کی خوشبو اثر کر رہی تھی"وہ جلدی سے پیچھے ہٹا"

وہ اس کے اثر میں نہیں آنا چاہتا تھا"

حمزہ اسکا ہاتھ کھینچتا یوا باہر کی طرف لے جاتا ہے"

بلی مسکراتے ہوئے"صاحب دل بھر جائے تو واپس کر دینا بہت کام کی چیز ہے..

"پھر حیا کو دیکھتے ہوئے تیکھا سا مسکرائی"ہمارے گراہکوں کو پسند آئے گی یہ دودھیا رنگ کی لڑکی"

حمزہ دانت چباتے ہوئے"

قیمت دے چکا ہوں____اب جو کرنا ہو گا میں خود کر لو گا"

زبردستی کھینچتے ہوئے گیٹ تک لایا"__کار کا دروازہ کھول کر اندر دھکیلا"

وہ اب بھی چیخ رہی تھی"

فرنٹ سیٹ پر آکر کار سٹارٹ کی"

حیا کار کے دروازے کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی"

"پر ناکام... دروازہ لاک تھا"

اب وہ مڑ کر حمزہ پر چیخنے لگی..

میں مر جاؤں گی___ پر تم مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتے

کبھی نہیں__ سمجھے تم

ایک دم کار رکی"

حمزہ نے حیا کا بازو کھینچ کر پاس کیا"

اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا"

مجھے کوئی شوق نہیں__ تمیں چھونے کا..

"وہ آنکھوں کی تپش محسوس کر سکتی تھی"

اب چپ چاپ__ میری بات سنو...

"حیا سانس روکے اس کی جلا دینے والی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی"

"میں آفیسر ہوں_ حمزہ فیاض بیگ"

اور پاس کیا"

اور میں نے__ تمہیں__ بچایا ہے"

لفظ چبا کر کہا..

خوشبو کا اثر پھر ہونے لگا تھا__ وہ بازو چھوڑ کر پیچھے ہٹا"

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"حیا حیران تھی" وہ کچھ کہنے کو تھی کہ

"موبائل بجا"

حمزہ فون اٹھاتے ہوئے "

بولو علی..

ہاں ٹھیک ہے.. ہم اور انتظار نہیں کر سکتے ___ چاروں طرف سے گھیر لو...

" آفیسر حمزہ فیاض بیگ بہت عرصے سے اس گینگ کے پیچھے تھا..

جو لڑکیوں کو اٹھواتے اور بیچتے تھے.. "

"وہ بھیس بدل کر اس گینگ میں شامل تھا__ وہ اسکی جڑ تک پہنچنا چاہتا تھا.. "

حیا اب بھی حیران تھی "

معصومیت سے "تو تم مجھے نقصان نہیں پہچاؤں گے ناں"

حمزہ اگنور کرتے ہوئے کار سٹارٹ "

وہ کان میں لگے آلے پر بات کر رہا تھا"

کار رکی "

اترو....

حیا باہر جھانکتے ہوتے " یہ میرا گھر تو نہیں ہے..

میرا ہے..

"کار کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا"

کیا..

غصے سے "مجھے گھر جانا ہے___ اپنے گھر

"لفظ چبا کر کہا"

حمزہ جھنجھلاتے ہوئے کار کا دروازہ کھولا"

تم کبھی چپ نہیں ہوتی..

بازو کھینچتے ہوئے کار سے باہر نکالا اور بولا"

چپ چاپ چلو...

ورنہ واپس وہیں چھوڑ آؤں گا..

وہ چلتا ہو گھر میں داخل ہوا"

حیا حیرانی سے دیکھ رہی"وہ ایک بڑا اور شاندار بنگلہ تھا"

واؤ ایسے گھر تو فلموں میں ہوتے ہیں ناں"وہ حیران تھی"

حمزہ نے اسے غور سے دیکھا..

گہری آنکھیں___ نازک لب___ لمبے خوبصورت بال

وہ پری سے کم نہیں تھی

"گہری سانس کے ساتھ ہاتھ چھوڑا"

"وہ اب بھی محل کو دیکھنے میں مصروف تھی"

تمہیں مجھ سے نکاح کرنا ہو گا"

وہ چونکی"

کیا..

ابرو اٹھاتے ہوئے قریب آیا" ہمارا نکاح ہو گا آج__

"لفظ چبا کر کہا"

حیا ششدرہ تھی"

وہ چلائی"____ کبھی نہیں..

سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں نا"____ جھوٹ بول رہے تھے ناں تم____ کہ تم نے بچایا ہے مجھے_

غصے میں سانسیں تیز ہونے لگی"

__میں تم سے کبھی نکاح نہیں کروں گی_پہلے میری قیمت لگائی__اب چھونے کا جائز طریقہ اختیار کرنا

چاہتے ہو___

پر سن لو___

میں اایسا کبھی نہیں کروں گی__

میں مار ڈالوں گی خود.....

حمزہ اب غصے سے لال تھا"

چپ..

وہ آگے بڑھا"

حیا دیوار سے لگ گئی تھی"وہ بولنے کی کوشش کرتی ہے"

وہ مزید قریب آگیا"ایک لفظ بھی اور نہیں..

دل کی دھڑکن بڑھ گئی"____

کان کے قریب لفظ چبا کر کہا"میں تمہیں نہیں چھوؤں گا__

مگر نکاح تمہیں کرنا ہی ہو گا...

چاہے مرضی سے کرو___یا ذبردستی...

وہ پیچھے ہٹا"

میں نہیں کروں گی"وہ چیخی"

ماتے پر بل پڑے"

گہری سانس لی"تو ٹھیک ہے__میں تمہیں واپس چھوڑ آتا ہوں وہیں"

'نکاح کے بغیر تمہیں یہاں نہیں رکھ سکتا "

"وہ سنجیدگی سے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا"

حیا کی سانس رکی" مجھے گھر جانا ہے.. اپنے

وہ تھکا ہوا تھا آنکھیں لال تھی"

تم گھر نہیں جا سکتی.__ کوئی تمہیں قبول نہیں..

آنکھوں میں درد اترا"

نہیں !سب مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں__ میں انھیں بتاؤں گی مجھے کالج سے...

"کوئی تمہارا یقین نہیں کرے گا...

وہ ششدر رہ تھی" اس نے ایسا نہیں سوچا تھا....

نکاح کے بعد__ تم جا سکتی ہو گھر__ میں تمہیں یہاں رہنے پر فورس نہیں کروں..

ہاتھ باندھے وہ بولا رہا تھا"

پھر___ آپ مجھے ہاتھ بھی نہیں لگایں گے ناں" معصومیت سے پوچھا" آنکھوں میں آنسو تھے"

وہ قریب آیا" اور ایک ہاتھ دیوار پر رکھا"

سرغوشی کی"

"میں تمیں ذرا سا بھی نہیں چھوؤں گا"

اب وہ پیچھے ہٹا تھا"

حیا ششدرہ کھڑی رہی"

بی اماں" آواز دیتے ہوئے" کچن کی جانب بڑھا"

جی صاحب..

میں کام سے جارہا ہوں

"اشارہ کرتے ہوئے"

جب تک میں نہیں آتا اس کا دھیان رکھیں"

بھاگنے کی کوشش نہ کرے..

جی ٹھیک ہے صاحب"

"وہ موبائل پر نمبر ڈائل کرتا ہوا باہر کی جانب روانہ ہوا"

فجر کی آذان پر حیا کی آنکھ کھلی. آنکھیں مسلتی وہ صوفہ پر اٹھ بیٹھی. اس نے ایک نظر گھما کر بیڈ پر لیٹے حمزہ کو دیکھا. جس کی آنکھوں کے نیچے مسلسل کام اور تھکن سے سیاہ حلقے عیاں تھے. پھر حیا نے ایک نظر اپنے آس پاس لگی باؤنڈری کو دیکھا. اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی اس کا دماغ اس برق رفتاری سے کام کر رہا تھا اسے حیرت ہوئی. اس نے تکیے کے نیچے چلی اسپرے کو ٹٹولہ. اور مل جانے پر سکھ کا. سانس لیتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی.

یہاں سے بھاگنے کا اچھا موقع ہے. اس نے حمزہ کو ایک نظر دیکھا. وہ چپکے سے دروازے کے پاس گئی لیکن وہ لاکڈ تھا. اس نے ہر طرح سے دروازہ چیک کر لیا. لیکن وہاں نہ. کوئی ہینڈل تھا اور نہ ہی لاک. اسے ٹھنڈے پسینے آرہے تھے. وہ پھنس گئی تھی. ایک اجنبی آدمی کے ساتھ ایک. کمرے میں رہنا. اسے اب گھٹن ہو رہی تھی. اپنے گرد اتنی چیزوں کی باؤنڈری بنا کر وہ سمجھ رہی تھی وہ محفوظ ہے. لیکن اب اسے خود پر غصہ آرہا تھا. کسی کے گھر میں وہ یوں گھوڑے بیچ کر کیسے سو سکتی تھی.

"حیا اپنی آزادی کی جنگ تمہیں خود لڑنی پڑے گی. موقع ہے بھاگ جاؤ."

اس نے دل میں خود کو ہمت دی. اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی حمزہ کے بیڈ تک پہنچ گئی.

ایک نظر دروازے کو دیکھا. جس میں کہیں کوئی ہینڈل یا کی ہول نہیں تھا. تو یہ دروازہ کیسے کھلے گا. اس کا دماغ کسی ڈیٹیکٹو کی طرح چل رہا تھا.

کسی ریموٹ سے کھلتا ہو گا یا فنگر پرنٹ سے.. یا پھر آنکھ سے.. سی آئی ڈی کی تمام قسطیں ایک ساتھ اس کے دماغ میں گھومنے لگی.

ریموٹ سے اگر کھلتا ہے تو ریموٹ یہیں کہیں ہو گا. اس نے سائڈ ٹیبل کا دراز کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا. اس میں دو چار پیپر ز پڑھے تھے. ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ہر چیز وہ پہلے ہی اپنے گرد باؤنڈری بنانے میں استعمال کر چکی تھی اب وہاں ایک ہیئر برش کے علاوہ کچھ نہ تھا. وہ سیف کی طرف بڑھی. ہر لاکر میں ایک چند چیز پڑھی تھی لیکن چابی یا کسی قسم کا ریموٹ نہیں ملا. حیا کو اب حیرت ہو رہی تھی. روم میں

کہیں بھی کوئی کی ہول نہیں تھا. سارے لاکرزیوں ہی کھلے پڑے تھے. جس میں سے ایک لاکر میں پیسے بھی پڑے تھے. لیکن سب کچھ بغیر لاک کے تھا. تو دروازہ کیوں نہیں کھل رہا؟

یقیناً یہ آدمی بہت تیز ہے. اس نے دروازے پر کوئی ایسا لاک لگایا ہے کہ اندر کسی چیز پر لاک لگانے کی ضرورت نہیں. اگر کوئی ریموٹ ہے تو اس نے اپنے تکیہ کے نیچے یا ڑاوئزر میں رکھا ہو گا. اس نے سانس روک کر ایک قدم آگے بڑھایا. اس کا ہاتھ اب حمزہ کے تکیے کی طرف تھا. اس سے پہلے کے ہاتھ تکیے کو چھوتا. سائڈ ٹیبل پر رکھا الارم اپنے فل والیم پر بجنے لگا. ہڑبڑاہٹ میں وہ پیچھے ہٹی. الارم کی آواز پر حمزہ نے کروٹ بدلی اور بند آنکھوں سے ٹیبل پر ہاتھ مارا اور ہاتھ کسی نرم چیز پر جا ٹکرایا. اس نے فوراً آنکھیں کھولی. اس کا ہاتھ ایک اور ہاتھ پر تھا. یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ حیا کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا. جس سائڈ ٹیبل پر ایک ہاتھ رکھ کر وہ جھکی تھی تکیہ اٹھانے وہ ہاتھ اب حمزہ کے ہاتھ کے نیچے تھا.

"تم یہاں کیا کر رہی ہو." اس نے غصے سے حیا کو گھورا. جواب تک اپنا ہاتھ کھینچ چکی تھی.

"وہ.. میں.. وہ.." حیا کو الفاظ نہیں مل رہے تھے.

"کہیں تم بھاگنے کا تو نہیں سوچ رہی تھی." حمزہ نے آنکھیں سکیڑی.

"نن نن. نہیں."

حمزہ بیڈ سے نیچے اترا. حیا ایک قدم پیچھے ہٹی.

"تم بھاگنے کا سوچ رہی تھی." وہ اب حیا کی طرف بڑھ رہا تھا.

"خبر دار جو میرے پاس آئے تم. میں چلاؤں گی." وہ پیچھے ہوتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل سے جا لگی.

"میں نے تمہیں آرام سے سمجھایا تھا کہ بھاگنے کی کوشش مت کرنا. میں ایک بار کہتا ہوں بار بار نہیں."

وہ چلایا.

جب کہ چلانے کی ضرورت نہیں تھی لیکن وہ اسے ڈرانا چاہتا تھا.

وہ سہم گئی تھی. ایک آنسو اس کی آنکھ سے گال پر پھسلا. اب حمزہ اس کے سامنے کھڑا تھا.

"مجھے ہاتھ مت لگانا." آنکھیں زور سے بند کیے اس نے اور پیچھے ہونا چاہا لیکن پیچھے جگہ نہیں تھی. اس کا پاؤں پھسلا. حمزہ نے فوراً اس کا ہاتھ تھام کر اوپر کھینچا.

وہ اس کے بہت قریب تھی. اس کی خوشبو اس پر پھر اثر کر رہی تھی. اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا.

"میرا ہاتھ." نسوانی آواز پر وہ ہوش میں آیا.

"ہاں؟"

"میرا ہاتھ. درد کر رہا ہے." حیا اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی.

ہاں. حمزہ نے فوراً ہاتھ چھوڑا.

"دوبارہ اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو خود تمہیں دوبارہ وہیں چھوڑ آؤں گا."

جا کر نماز پڑھو. اور اللہ کا شکر ادا کرو. اس نے تمہیں ان ظالموں کے چنگل سے بچایا. "لہجہ سخت تھا.

وہ اب خود اس سے دور جانا چاہتا تھا. اور وہ چلا گیا.

حیا وہیں ڈریسنگ ٹیبل کے پاس کھڑی کھلا دروازہ دیکھتی رہی. کچھ بھی تو نہیں کیا تھا اس نے. نہ ریموٹ کا بٹن دبایا. نہ کہیں فنگر پرنٹ لگایا. دروازہ آسانی سے کھل گیا تھا. پر کیسے. وہ حیران تھی.

فجر کی آذان پر حیا کی آنکھ کھلی. آنکھیں مسلتی وہ صوفہ پر اٹھ بیٹھی. اس نے ایک نظر گھما کر بیڈ پر لیٹے حمزہ کو دیکھا. جس کی آنکھوں کے نیچے مسلسل کام اور تھکن سے سیاہ حلقے عیاں تھے. پھر حیا نے ایک نظر اپنے آس پاس لگی باؤنڈری کو دیکھا. اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی اس کا دماغ اس برق رفتاری سے کام کر رہا تھا اسے حیرت ہوئی. اس نے تکیے کے نیچے چلی اسپرے کو ٹٹولہ. اور مل جانے پر سکھ کا. سانس لیتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی.

یہاں سے بھاگنے کا اچھا موقع ہے. اس نے حمزہ کو ایک نظر دیکھا. وہ چپکے سے دروازے کے پاس گئی لیکن وہ لاکڈ تھا. اس نے ہر طرح سے دروازہ چیک کر لیا. لیکن وہاں نہ. کوئی ہینڈل تھا اور نہ ہی لاک. اسے ٹھنڈے پسینے آرہے تھے. وہ پھنس گئی تھی. ایک اجنبی آدمی کے ساتھ ایک. کمرے میں رہنا. اسے اب گھٹن ہو رہی تھی. اپنے گرد اتنی چیزوں کی باؤنڈری بنا کر وہ سمجھ رہی تھی وہ محفوظ ہے. لیکن اب اسے خود پر غصہ آرہا تھا. کسی کے گھر میں وہ یوں گھوڑے بیچ کر کیسے سو سکتی تھی.

"حیا اپنی آزادی کی جنگ تمہیں خود لڑنی پڑے گی. موقع ہے بھاگ جاؤ."

اس نے دل میں خود کو ہمت دی. اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی حمزہ کے بیڈ تک پہنچ گئی.

ایک نظر دروازے کو دیکھا. جس میں کہیں کوئی ہینڈل یا کی ہول نہیں تھا. تو یہ دروازہ کیسے کھلے گا. اس کا دماغ کسی ڈیٹیکٹو کی طرح چل رہا تھا.

کسی ریموٹ سے کھلتا ہو گا یا فنگر پرنٹ سے.. یا پھر آنکھ سے.. سی آئی ڈی کی تمام قسطیں ایک ساتھ اس کے دماغ میں گھومنے لگی.

ریموٹ سے اگر کھلتا ہے تو ریموٹ یہیں کہیں ہو گا. اس نے سائڈ ٹیبل کا دراز کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا. اس میں دو چار پیپرز پڑھے تھے. ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ہر چیز وہ پہلے ہی اپنے گرد باؤنڈری بنانے میں استعمال کر چکی تھی اب وہاں ایک ہیئر برش کے علاوہ کچھ نہ تھا. وہ سیف کی طرف بڑھی. ہر لاکر میں ایک چند چیز پڑھی تھی لیکن چابی یا کسی قسم کا ریموٹ نہیں ملا. حیا کو اب حیرت ہو رہی تھی. روم میں کہیں بھی کوئی کی ہول نہیں تھا. سارے لاکرز یوں ہی کھلے پڑے تھے. جس میں سے ایک لاکر میں پیسے بھی پڑے تھے. لیکن سب کچھ بغیر لاک کے تھا. تو دروازہ کیوں نہیں کھل رہا؟

یقیناً یہ آدمی بہت تیز ہے. اس نے دروازے پر کوئی ایسا لاک لگایا ہے کہ اندر کسی چیز پر لاک لگانے کی ضرورت نہیں. اگر کوئی ریموٹ ہے تو اس نے اپنے تکیہ کے نیچے یا ٹراؤزر میں رکھا ہو گا. اس نے سانس روک کر ایک قدم آگے بڑھایا. اس کا ہاتھ اب حمزہ کے تکیے کی طرف تھا. اس سے پہلے کے ہاتھ تکیے کو چھوتا. سائڈ ٹیبل پر رکھا الارم اپنے فل والیم پر بجنے لگا. ہڑبڑاہٹ میں وہ پیچھے ہٹی. الارم کی آواز پر حمزہ نے کروٹ بدلی اور بند آنکھوں سے ٹیبل پر ہاتھ مارا اور ہاتھ کسی نرم چیز پر جا ٹکرایا. اس نے فوراً آنکھیں

کھولی. اس کا ہاتھ ایک اور ہاتھ پر تھا. یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ حیا کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا. جس سائڈ ٹیبل پر ایک ہاتھ رکھ کر وہ جھکی تھی تکیہ اٹھانے وہ ہاتھ اب حمزہ کے ہاتھ کے نیچے تھا.

"تم یہاں کیا کر رہی ہو." اس نے غصے سے حیا کو گھورا. جواب تک اپنا ہاتھ کھینچ چکی تھی.

"وہ.. میں.. وہ.." حیا کو الفاظ نہیں مل رہے تھے.

"کہیں تم بھاگنے کا تو نہیں سوچ رہی تھی." حمزہ نے آنکھیں سکیڑی.

"نن نن. نہیں."

حمزہ بیڈ سے نیچے اترا. حیا ایک قدم پیچھے ہٹی.

"تم بھاگنے کا سوچ رہی تھی." وہ اب حیا کی طرف بڑھ رہا تھا.

"خبر دار جو میرے پاس آئے تم. میں چلاؤں گی." وہ پیچھے ہوتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل سے جا لگی.

"میں نے تمہیں آرام سے سمجھایا تھا کہ بھاگنے کی کوشش مت کرنا. میں ایک بار کہتا ہوں بار بار نہیں."

وہ چلایا.

جب کہ چلانے کی ضرورت نہیں تھی لیکن وہ اسے ڈرانا چاہتا تھا.

وہ سہم گئی تھی. ایک آنسو اس کی آنکھ سے گال پر پھسلا. اب حمزہ اس کے سامنے کھڑا تھا.

"مجھے ہاتھ مت لگانا." آنکھیں زور سے بند کیے اس نے اور پیچھے ہونا چاہا لیکن پیچھ جگہ نہیں تھی. اس کا پاؤں پھسلا. حمزہ نے فورا اس کا ہاتھ تھام کر اوپر کھینچا.

وہ اس کے بہت قریب تھی. اس کی خوشبو اس پر پھر اثر کر رہی تھی. اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا.

"میرا ہاتھ." نسوانی آواز پر وہ ہوش میں آیا.

"ہاں؟"

"میرا ہاتھ. درد کر رہا ہے." حیا اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی.

ہاں. حمزہ نے فوراً ہاتھ چھوڑا.

"دوبارہ اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو خود تمہیں دوبارہ وہیں چھوڑ آؤں گا."

جا کر نماز پڑھو. اور اللہ کا شکر ادا کرو. اس نے تمہیں ان ظالموں کے چنگل سے بچایا." لہجہ سخت تھا.

وہ اب خود اس سے دور جانا چاہتا تھا. اور وہ چلا گیا.

حیا وہیں ڈریسنگ ٹیبل کے پاس کھڑی کھلا دروازہ دیکھتی رہی. کچھ بھی تو نہیں کیا تھا اس نے. نہ ریموٹ کا بٹن دبایا. نہ کہیں فنگر پرنٹ لگایا. دروازہ آسانی سے کھل گیا تھا. پر کیسے. وہ حیران تھی.

"بی بی جی. ناشتہ کر لیں."

حیا کو دیکھتے ہی بی اماں نے اسے کھانے کی دعوت دی.

"ہمم.." وہ بس اتنا کہہ سکی.

اس کی نظریں چاروں طرف گھوم رہی تھیں.

"بی بی جی آپ کو کچھ چاہئے؟" بی اماں اس کی بے چینی دیکھ کر بولی.

"نن. نہیں. نہیں تو." وہ سر نیچے کیے نارمل بی ہیو کرنے لگی.

"آپ گھر پر اکیلی رہتی ہیں؟" حیا نے ان ڈائریکٹلی اس گھر اور گھر والوں کے بارے میں جاننا چاہا.

"جی بی بی جی. میں اور حمزہ صاحب. وہ زیادہ تر باہر ہی ہوتے ہیں. کبھی کبھار ان کے دوست آجاتے ہیں. تو رونق لگ جاتی ہے"

"تو اب یہ کب آئے گا."

"کون؟"

"یہ.. میرا مطلب.. حمزہ.. حمزہ صاحب." حیا نے اٹکتے ہوئے پوچھا.

"وہ.. وہ تو اب رات گئے آئیں تو آئیں. ورنہ ہفتے بھر تک نہیں آتے."

"اوہ بہت کام ہوتا ہو گا نا.." حیا خوش ہوئی لیکن اس نے منہ بنا کر بی اماں کو دیکھا.

"جی بی بی جی. صاحب کی نوکری ہی کچھ ایسی ہے."

حیا نے کوئی جواب نہیں دیا. اس کا دماغ اب شالیمار ایکسپریس کی سی رفتار سے چل رہا تھا. اچھا موقع تھا بھاگ جانے کا.

لیکن وہ اب فوراً ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتی تھی. آج وہ انتظار کرے گی. اگر حمزہ آج نہیں آیا. تو وہ کل رات یہاں سے بھاگ نکلے گی.

اس بار اگر وہ پکڑی گئی. تو حمزہ اسے کسی صورت نہیں بخشے گا.

بی اماں دیکھنے میں تو سیدھی تھیں. لیکن وہ حیا پر پوری نظر رکھے ہوئے تھیں. حیا نے ناشتہ کیا. اور تھکاوٹ کا کہہ کر اوپر چلی گئی. دروازہ اس نے احتیاطاً ذرا کھلا رہنے دیا. اسے اب تک دروازہ کھولنے کی تکنیک معلوم نہیں تھی. وہ رسک نہیں لینا چاہتی تھی.

کمرہ یوں ہی بے ترتیب پڑا تھا. حیا نے ایک رات میں ہی کمرے کا حشر بگاڑ دیا تھا. کمرے کو دیکھ کر اسے ایک لمحے کو برا لگا.

"اس نے میرے ساتھ جو کیا ہے. اس کے بعد یہ دھوکے بعض یہ ہی ڈیزرو کرتا ہے." اسے اپنا اور حمزہ کا نکاح یاد آ گیا تھا.

"میرے بابا میرا انتظار کر رہے ہوں گے." اس نے خود سے سرگوشی کی.

"بابا." وہ رو دی.

جب وہ اٹھی تو شام کے چار بج رہے تھے. یہ شاید ان دنوں کی تھکاوٹ کا نتیجہ تھا کہ وہ سونے کو لیٹتی تو گھنٹوں بے خبر پڑی سوتی رہتی.

فریش ہو کر وہ نیچے گئی. ابھی اس نے لاؤنج میں قدم رکھا ہی تھا کہ سامنے حمزہ کو ٹی وی ریموٹ پر چینل بدلتے دیکھ کر وہ پہلے حیران ہوئی اور پھر حیرانگی غصے میں بدل گئی.

"ایک دن نہ آتا تو کیا تھا. میری زندگی عذاب کر کے خود آرام سے ٹی وی دیکھ رہا ہے. کیا اب میں یہاں سے کبھی آزاد نہیں ہو پاؤں گی. "وہ اس عالیشان بنگلے کو قید خانہ کہہ رہی تھی.

"رکو. "وہ جانے کے لیے واپس مڑی تو حمزہ کی آواز نے اس کے قدم روک لیے. وہ رکی لیکن مڑی نہیں.

"تمہیں ہی بلا رہا ہوں. "انداز تحکمانہ تھا.

حیا منہ بناتے ہوئے پیچھے مڑی. آنکھوں میں ناگواری تھی.

"تمہارے لیے کچھ کپڑے لینے جانا ہے. تیار ہو جاؤ. "اس نے چینل بدلتے ہوئے کہا.

"تمہیں مجھ پر مہربان ہونے کی ضرورت نہیں. میں ان کپڑوں میں ہی ٹھیک ہوں. "اس نے حمزہ کو دیکھے بغیر کہا.

حمزہ اپنی جگہ سے اٹھا. حیا کے پاس آکر کھڑا ہوا.

"میں نے تمہاری رائے نہیں مانگی. تیار ہو جاؤ ہم جا رہے ہیں" وہ کہہ کر مڑا.

"میں کسی کے ساتھ بھی منہ اٹھا کر نہیں جاؤں گی."

"نکاح کے نام پر یہاں قید کر کے رکھا ہوا ہے مجھے. میرے بابا کتنا پریشان ہوں گے. تم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں. وہ بغیر نکاح کے مجھے نوچنا چاہتے تھے اور تم نکاح کا سہارا لے کر میرا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو.

"جب حمزہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو وہ پیچھے سے چلائی.

حمزہ پیچھے مڑا.

"حیا!میں فریش ہو کر آتا ہوں. تم ریڈی ہو جاؤ. کل ہمارا ریسیپشن ہے. بہت سی تیاریاں کرنی ہیں. "لہجہ نرم تھا.

"کس چیز کا ریسیپشن؟" وہ اس کے پر سکون لہجے پر تلملا اٹھی.

"ہماری شادی کا." دونوں ہاتھ سینے پر باندھے وہ پر سکون لہجے میں بولا.

"یہ نکاح میری مرضی سے نہیں ہوا. تم زبردستی مجھے یہاں نہیں رکھ سکتے.. "وہ یہاں سے فرار کی راہ ڈھونڈ رہی تھی. اور یہ شخص ان کے نکاح کا ڈھول پیٹنا چاہتا تھا. حیا کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا محسوس ہوا.

حمزہ حیا کی طرف بڑھا. اس نے داہنے ہاتھ سے حیا کا بازو پکڑا. گرفت سخت تھی. حیا کو اس کی انگلیاں اپنے بازو میں دھنستی محسوس ہوئی.

"تمہارے لیے یہ ہی بہتر ہے کہ جب میں ایک بار کچھ کہوں تو تم بغیر کسی چوں چراں مان لو. مجھے بار بار کہنا بالکل پسند نہیں. "تھکاوٹ سے سرخ آنکھوں میں اب غصہ تھا.

"تم اگر یہ سمجھتے ہو کہ یہاں اپنے گھر میں رکھ کر مجھ پر احسان کر رہے ہو تو بھول ہے تمہاری. مجھے یہاں نہیں رہنا. مجھے میرے گھر جانا ہے." وہ مسلسل اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی.

"تمہارے گھر والے کسی ایسی لڑکی کو کبھی قبول نہیں کریں گے جو ہفتہ گھر سے غائب رہی ہو. تمہاری گمشدگی کی کوئی رپورٹ تک درج نہیں کروائی گئی. یقیناً بدنامی کے خوف سے. تم اب یہیں رہو گی ہمیشہ." آواز دھیمی مگر لہجہ سخت تھا.

"میں بھاگ جاؤں گی. میرے بابا مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں. وہ مجھے سمجھیں گے.."وہ رو دینے کو تھی.

"اب کوشش بھی مت کرنا یہاں سے بھاگنے کی. اور مارکیٹ میں اگر تم نے کوئی ہوشیاری کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا."اس نے انگلی اٹھا کر حیا کو وارن کیا.

"پانچ منٹ میں باہر آجاؤ. بس پانچ منٹ."اس نے ہاتھ دکھایا. اور جھٹکے سے حیا کا بازو چھوڑ کر باہر نکل گیا.

حیا بہت کچھ کہنا چاہتی تھی. رونا چاہتی تھی. چلانا چاہتی تھی. لیکن اسے حمزہ پر بھروسہ نہیں تھا. وہ شیر کی کچھار میں رہ کر اسے چھیڑنا نہیں چاہتی تھی. وہ اس کے ساتھ اس گھر میں خود کو غیر محفوظ سمجھتی تھی.

علی کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا یہ شادی کن حالات میں ہوئی. علی اور حمزہ کیڈٹ کالج کے زمانے سے دوست تھے. دونوں نے ایک ساتھ بہت سے مشنز پر کام کیا تھا. اور کامیاب رہے تھے. وہ زیادہ تر حمزہ کے ساتھ اسی گھر میں رہتا تھا. علی حمزہ کی زندگی کے ہر اتار چڑھاؤ سے واقف تھا. حمزہ نے اسے دوست سے زیادہ بھائی سمجھا تھا. اور ایسے ہی حمزہ علی کے لیے تھا.

ریسیپشن کے تمام تر ارینجمینٹ علی ہی کے سپرد تھے.

لان کو رنگ برنگے قمقموں سے سجایا گیا تھا. ایک طرف میز اور کرسیاں لگی تھیں. اور اسٹیج کو گلابی اور کالے رنگ کے بڑے بڑے مصنوعی پھولوں سے سجایا گیا تھا.

"سر! ایک بات پوچھوں؟" اسٹیج پر دلہا دلہن کے لیے قد آور کرسیاں لگاتے ہوئے شیری نے علی کو مخاطب کیا.

"تم کب سے پوچھ کر بات کرنے لگے. تمہیں تو عادت ہے کہیں بھی کچھ بھی بولنے کی." فوٹو بوتھ پر فریم سیٹ کرتے شیروان نے اس پر آواز کسی. سب کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی. ان کی نوک جھونک معمول تھا اور ان سب کے انٹرٹینمنٹ کا سبب بھی.

"تم چپ رہو." شیری نے شیروان کو مصنوعی غصے سے ڈانٹا.

"سر آپکو کیا لگتا ہے. حمزہ سر کی یہ ارینج میرج ہے یا لو میرج؟"

ہلکے قہقہے ابھرے. علی نے شیری کو یوں دیکھا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو. سب کے کان کھڑے ہو گئے تھے. علی نے ایک نظر آس پاس مختلف کام نمٹاتے لڑکوں کو دیکھا.

"ارینج.." علی کو معلوم تھا سب یہ جاننا چاہتے ہیں. تبھی اس نے قدرے اونچا کہا.

"ویسے سر سوچیں اگر یہ لو میرج ہوتی تو حمزہ سر کو بھابھی نے کہاں دیکھا ہوتا؟ کسی فٹ پاتھ پر بھیک مانگتے ہوئے. یا پھر کچرہ کنڈی سے کچرہ چنتے. یا کھسروں کے ساتھ ناچتے ہوئے.؟" شیری نے معصومیت سے گیسٹ لسٹ چیک کرتے علی کو دیکھا.

قہقہے بلند ہوئے. لیکن شیری ہمیشہ کی طرح معصوم شکل لیے کھڑا رہا.

"ہو گیا؟" علی نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے مصنوعی خفگی دکھائی. بات شیری کی سو فیصد سچ ہی تھی. زیادہ تر وہ اپنے اصل حلیہ کے بجائے دوسروں کا روپ ہی دھارے ہوتے تھے.

"سر جو بھی ہے. ہم سب حمزہ سر کے لیے بہت خوش ہیں."

تقریباً سب کام نمٹ چکا تھا. سارے لڑکے وہیں علی کے گرد جمع ہو گئے تھے.

"ہاں یار. بات تو خوشی کی ہی ہے. بس دعا کرنا اللہ اس فیصلے کو حمزہ کے حق میں بہتر کرے."

آمین. سب نے یکے بعد دیگرے کہا.

علی کو حمزہ کا یہ فیصلہ بھایا نہیں تھا. لیکن وہ خاموش تھا. حمزہ پہلے ہی اس فیصلے کو لیکر کنفیوز تھا اور اب علی اسے اور اپ سیٹ نہیں کرنا چاہتا تھا.

فادی, ہمایوں, سعد اور تراب نے علی سے اجازت چاہی. ان کو آج کچھ کام نمٹانے تھے.

"اندر چلتے ہیں. حمزہ اور حیا بھی آتے ہی ہوں گے."

علی نے شیر وان, زویان اور شیری کو آج کے لیے کام روک دینے کا عندیہ دیا.

رات کے سات بج رہے تھے. جب حمزہ کی کار کا ہارن سنائی دیا. سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے گپیں لگا رہے تھا.

"جا دیکھ. نیولی ویڈ کپل آیا ہے باہر." شیری نے زویان کو اشارہ کیا.

"یار میرا پاؤں سویا ہوا ہے. تو کھول آ پلیز.."

"مجھے بھابھی سے شرم آتی ہے." شیری نے ناقابل یقین بہانہ پیش کیا.

"چلا جا بھائی نہیں ہے." زویان نے منت کی.

"نہیں. میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا ہوں." شیری دوبارہ اپنے سیل پر مصروف ہو گیا.

دوبارہ ہارن بجا. بی اماں کچن سے نمودار ہوئیں. وہ سب کے لیے ڈنر کا انتظام کر رہی تھیں.

"رکیں بی اماں. میں ہی دیکھتا ہوں. پورے گھر کی ذمہ داری شیری کے کندھوں پر ہے یہاں." اپنے کندھے جھاڑتا سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھوڑتا شیری مین گیٹ کی طرف لپکا.

"جی آیاں نوں." حمزہ کے لاؤنج میں قدم رکھتے ہی سب نے کھڑے ہو کر بھابھی کو خوش آمدید کہا.

حمزہ اندر آیا. لیکن حیا ساتھ نہیں تھی.

"کیا بات ہے باس. بھابھی کو مارکیٹ ہی چھوڑ آئے ہیں کیا." شیری نے اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں غیر سنجیدہ بات کی.

"تھوڑی دیر تک آ رہی ہے.." حمزہ نے اطمینان سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا. علی اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا.

"حیا کہاں ہے." علی نے سرگوشی کی.

"جہاں اسے ہونا چاہئے۔"

"کہاں؟ اس کے گھر؟" علی نے اندازہ لگایا۔

"نہیں۔ اپنے سسرال۔" حمزہ کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

"اور زویان کیسا چل رہا ہے سب۔" علی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ حمزہ زویان سے مخاطب ہوا۔

"الحمدللہ سر۔ آل ویل۔"

"بی اماں۔ بھوک لگی ہے۔ کھانا لگا دیں پلیز۔" حمزہ نے لاؤنج سے ہی آواز لگائی۔

تینوں کی نظریں حمزہ پر تھی۔ وہ کبھی یوں سب کے ساتھ نہں بیٹھتا تھا۔ لیکن آج اس کا رویہ کچھ مختلف تھا۔

کھانا لگ گیا تو سب اٹھ کر ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھ گئے۔ علی مسلسل حمزہ کی حرکتیں نوٹ کر رہا تھا۔ حمزہ کچھ زیادہ ہی فرینڈلی بی ہیو کر رہا تھا۔ اس نے حمزہ کے ساتھ والی کرسی سنبھالی۔ وہ اس سے حیا کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

"بی اماں۔ کھانا بہت اچھا ہے۔" حمزہ نے پہلی بار کھانے کی تعریف کی۔۔ آواز کچن میں کھڑی بی اماں تک نہیں پہنچی تھی۔

"اب آپ زیادہ ہی کہہ رہے ہیں حمزہ سر۔ یہ پھیکا کھانا آپ کو کیسے اچھا لگ سکتا ہے۔" شیری نے منہ بنایا۔

اور یہ سچ بھی تھا۔ بی اماں کا تعلق پشاور کے ایک قصبے سے تھے۔ وہ ہلکا مصالحہ استعمال کرتی تھیں۔ تبھی کھانا باہر سے ہی آتا تھا۔

حمزہ نے کندھے اچکائے اور دوبارہ پلیٹ پر جھک گیا.

"حیا کہاں ہے؟" علی نے چبا کر کہا.

"بتایا تو سسرال." حمزہ نے لاپرواہی سے کہا.

"سسرال مطلب ہمارے والا سسرال تو نہیں سر؟" شیری کہاں چپ رہتا. سب ہنس دیے. لیکن علی کے چہرہ بے تاثر تھا.

"ہاں. یو آر انٹیلیجینٹ شیری.." حمزہ نے ہائی فائیو کے لیے ہاتھ بلند کیا. اور دور سے ہی شیری نے ہاتھ مارا.

"ایک منٹ." میز پر سکتا چھا گیا.

"وہ جیل میں ہے؟" علی کی آنکھوں میں بے یقینی تھی. زویان اور شیری خاموش رہے.

"نہیں بس پولیس اسٹیشن." وہ ہی اطمینان.

"حمزہ تیرا دماغ تو خراب نہیں ہے." علی نے بے یقینی سے اسے دیکھا.

"مجھے نیند آرہی ہے." وہ کھانا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا.

"حمزہ." علی نے کچھ کہنا چاہا. مگر جب وہ نہیں رکا. تو علی خاموش ہو گیا.

رات کے گیارہ بج رہے تھے.. حمزہ جاگ رہا تھا. وہ حیا کو یوں چھوڑ کر آنا نہیں چاہتا تھا. لیکن اس کے لاکھ سمجھانے پر بھی حیا نے ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تھی.

حمزہ علی سے فون پر مہمانوں کے نام فائنل کر رہا تھا جب اچانک وہاں پولیس آگئی.

حمزہ کے خلاف شکایت تھی کہ اس نے حیا کو زبردستی حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے. اور اس سے زبردستی نکاح کیا ہے.

حمزہ کو حیا سے یہ ہی امید تھی. تبھی وہ خود اس کے ساتھ آیا تھا. اور جس شاپ میں وہ کھڑے تھے یہ زویان کے بہنوئی کی تھی. یہاں سب سیلز مین حمزہ کو نہ صرف پہچانتے تھے بلکہ اس کی شخصیت اور اچیومنٹس سے کافی متاثر بھی تھے.

حیا نے جب سیلز مین کو بتایا کہ حمزہ نے اسے زبردستی اپنے گھر رکھا ہوا ہے تو وہ قدرے حیران ہوا. لیکن اس نے کسی قسم کا ری ایکشن نہیں دیا بلکہ حیا کے کہنے پر پولیس کو کال بھی کر دی.

تھوڑی دیر میں پولیس وہاں موجود تھی. حیا نے وہاں شور ڈال دیا.

انسپکٹر شجاع نے جب حمزہ کو وہاں دیکھا تو فوراً ہاتھ ماتھے پر رکھ کر سلیوٹ کیا. اور حال احوال دریافت کرنے لگا. حیا کے لیے یہ ناقابل یقین تھا.

حیا نے پولیس کو سارا ماجرا سنایا. تو حمزہ نے حیا کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیا.

"آپ اس کو تھانے لیکر جائیں. اور پوچھیں کس کے کہنے پر اس نے یہ کہانی گھڑی ہے."

حمزہ نے دونوں بازو سینے پر باندھتے ہوئے لاپرواہی سے کہا.

حیا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی. اس سے پہلے وہ کچھ کہتی. فی میل کانسٹیبل نے حیا کا بازو پکڑا اور اسے لے گئی.

"سنو! حیا آرہی ہے. زرا خیال رکھنا." اس نے کسی کو کال ملا کر ہدایت دی.

سات بجے تک حمزہ یوں ہی سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا. وہ حیا کو یوں چھوڑ کر نہیں آنا چاہتا تھا. لیکن وہ چاہتا تھا ایک بار حیا کو اندازہ ہو کہ وہ اسے کس دلدل سے بچا کر لایا تھا.

اسے اب گھٹن ہو رہی تھی. وہ بالکونی میں جا کھڑا ہوا.

"حمزہ.." وہ چونکا.

یہ علی تھا.

"سویا نہیں تو ابھی تک." حمزہ نے باہر آسمان پر دیکھتے ہوئے کہا.

"حمزہ کیوں کر رہا ہے تو یوں. اگر پولیس اسٹیشن ہی اسے بھجوانا تھا تو اسی دن بھجوا دیتا. یوں گھر میں رکھنا. نکاح کرنا اور اب ریسیپشن یہ سب کیا ہے." وہ واقعی جاننا چاہتا تھا کہ حمزہ کے دماغ میں کیا چل رہا تھا.

"تجھے بھی لگتا ہے میں اس پر ظلم کر رہا ہوں؟" وہ اب تک جو لاپرواہ بنا ہوا تھا اب ہرٹ تھا.

"یار دیکھ میں پہلے ہی اس نکاح کے حق میں نہیں تھا. تو نے نکاح کرنے میں جلدی کی. تجھے اگر پہلے اس کی فیملی کا پتا کرنا تھا تو یوں ہی رہنے دیتا اسے. نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی." علی کو ابھی بھی یہ نکاح والی بات ہضم نہیں ہو رہی تھی.

"نکاح کے بغیر اسے گھر میں نہیں رکھ سکتا تھا یار. سو بات نکلتی."

"تو ہم اسے کسی شیلٹر ہوم بھیج دیتے."

حمزہ خاموش رہا. یہ ممکن تھا کہ اسے کسی شیلٹر ہوم بھیج دیا جاتا. لیکن وہ ڈرتا تھا. ڈرتا تھا کسی لڑکی کے پھر دھتکارے جانے سے.

"جب میں نے حیا کو وہاں چیختے چلاتے دیکھا مجھے میری رانیہ کی چیخیں سنائی دے رہی تھی. کیسے وہ اپنی پاک دامنی کا یقین دلاتی رہی تھی. کسی نے اس کی بات نہیں سنی تھی. سب نے ہی تو آنکھیں پھیر لی تھیں. میں اس کا خیال نہیں رکھ سکا." حمزہ نے بالکونی پر کہنیاں ٹکائی اور اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا.

"میں نے. میں نے اسے مار دیا میں نے اپنی رانیہ کو مار دیا."

وہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا لیکن اس وقت وہ ہارا ہوا شخص تھا. ماضی سے ہارا ہوا. خود کے فیصلوں سے ہارا ہوا.

"نہ کر یار. بہت ٹائم لگا ہے تجھے اس سب سے نکلنے میں. دوبارہ وہ سب کیوں یاد کر رہا ہے." علی نے حمزہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا. وہ ہانپ رہا تھا. اس کا سانس اٹک رہا تھا.

علی حمزہ کو اندر کمرے میں لے آیا.

"حیا کی فیملی کے بارے میں کچھ پتا چلا ہے." علی نے توقف سے کہا. حمزہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا.

"حیا کی والدہ کا دو سال پہلے انتقال ہو گیا تھا. اب اس کی فیملی میں اس کے والد اور دو بھائی ہیں. بھائی دونوں باہر ہوتے ہیں. اور.."

"اور." علی کی خاموشی پر حمزہ نے آخری لفظ دوہرایا..

"اور یہ کہ حیا کے یوں اچانک غائب ہونے کا صدمہ اس کے والد برداشت نہیں کر سکے اور ہارٹ اٹیک سے ان کا اگلے دن انتقال ہو گیا."

آخری خبر واقعی تکلیف دہ تھی. حمزہ حیا کے لیے بہت برا محسوس کر رہا تھا.

"میں حیا کو لے کر آتا ہوں. تم خیال کرنا اس کے والد کے انتقال کا اسے ابھی پتا نہ چلے." اس نے علی کو ہدایت کی اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا.

جیل میں اسے چار گھنٹے ہونے کو تھے. ان چار گھنٹوں میں کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا جس میں اس نے حمزہ کو بد دعا نہ دی ہو. وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسے کوئی دن یوں جیل میں گزارنا ہو گا. اس کے علاوہ جیل میں دو عورتیں اور تھیں. جو شکل سے ہی خرانٹ لگ رہی تھیں. ان کی نظریں برابر حیا کا جائزہ لے رہی تھیں.

"لڑکی مست ہے. پتا نہیں کس کے ہتھے چڑھے گی." دونوں عورتوں میں سے جس نے بھی یہ الفاظ کہے حیا کے کانوں میں وہ سیسے کی طرح اترے تھے.

حمزہ کے لیے اس کی نفرت اور بڑھ گئی تھی.

جیل میں گھٹن تھی اور ہر سانس سولی پر تھا.. اس نے ٹی وی پر بہت پروگرام دیکھ رکھے تھے جن میں جیل میں لڑکیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم سے وہ بخوبی واقف تھی. مسلسل اس کی جان سولی پر لٹکی تھی. ہر آہٹ پر وہ اور سمٹ کر بیٹھ جاتی.

"مجھے جس نے یہ اذیت دی اللہ کرے وہ خود ایسی اذیت سے گزرے. اپنی آنکھوں کے سامنے اسے تڑپتا دیکھوں." حیا نے سسکیوں میں حمزہ کو بد دعا دی. الفاظ بہت سخت تھے. لیکن اس وقت جس اذیت سے وہ گزر رہی تھی. اسے دعاؤں اور بد دعاؤں کے علاوہ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا.

ہیلو. تمہیں لینے آئے ہیں." وہ حمزہ کو کوسنے میں گم تھی. جب لیڈی افسر کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی.

اسے لگا اس کا دل رک جائے گا. اسے کون لینے آسکتا ہے. سارے ڈراؤنے خیال ایک ساتھ اس کے دماغ میں آدھمکے تھے.

"میں کسی کے ساتھ نہیں جاؤں گی." اس نے اپنے پاؤں سختی سے زمین پر جمائے.

"تو کیا ساری زندگی جیل میں گزارے گی؟" وہ ہی سخت لہجہ.

"کون لینے آیا ہے." اس کی آنکھوں میں خوف واضح تھا. آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا. اگر وہ دیوار سے ٹیک لگا کر نہ بیٹھی ہوتی تو اب تک گر چکی ہوتی.

" کھسم آیا ہے تیرا." فریحہ نے لاک کھولتے ہوئے کہا. شکل سے وہ اچھی خاصی تھی لیکن لہجہ اس کا ایسا ہی تھا بے ہودہ.

جیل کی سلاخوں کے پیچھے حیا کو ایک ہیولہ دکھائی دیا. اس کے حواس بحال ہو رہے تھے. اس نے آنکھیں سکیڑی.

ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس دونوں ہاتھ سینے پر باندھے چہرے پر مخصوص سنجیدگی لیے وہ حمزہ تھا.

حیا کو اپنے حواس پر سکون ہوتے محسوس ہوئے. وہ پتا نہیں کیا کیا سوچ چکی تھی. لیکن وہ حمزہ تھا اسے تسلی ہوئی. ابھی کچھ لمحوں پہلے جو وہ اسے بد دعائیں دے رہی تھی اب خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ وہ حمزہ ہی تھا.

حمزہ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جو ناگواری تھی وہ حمزہ سے چھپی نہیں تھی.

دونوں کچھ فاصلے سے چلتے گاڑی میں جا کر بیٹھ گئے. حیا بیک سیٹ پر بیٹھی تھی.

"کچھ کھاؤ گی." ایک ریسٹورینٹ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے حمزہ نے پچھلی سیٹ پر بیٹھی حیا کو مڑ کر دیکھا.

حیا نے منہ پھیر لیا.

"اوکے." حمزہ نے لمبا سانس بھرا. وہ گاڑی سے اترا. اور حیا کی سیٹ کا دروازہ کھولا.

"باہر آؤ." یہ حکم تھا. جب وہ باہر نہیں آئی تو حمزہ نے اس کا بازو پکڑ کر اسے باہر کی طرف کھینچا. اب یہ بد تمیزی تھی. حیا بادل نخواستہ نیچے اتری.

"حیا دیکھو." حمزہ نے اس کا بازو نہیں چھوڑا تھا. سانسیں بے ترتیب ہوئی تھیں. وہ اس سے چند انچ کے فاصلے پر تھی. رو رو کر اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں. حمزہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کہے. اسے جیل بھیجنے کے لیے معافی مانگے یا اس کے والد کی وفات کا بتا کر افسوس کرے. حمزہ کو اس وقت وہ ایک کمزور لڑکی لگ رہی تھی. جو اپنے باپ کی موت کا سن کر چیخ چیخ کر رو دے گی. اس ایک لمحے سے وہ ڈرتا تھا.. اپنوں کے یوں چلے جانے کا دکھ حمزہ بخوبی سمجھتا تھا. وہ بھی ٹوٹ جائے گی جیسے وہ سات سال پہلے ٹوٹ گیا تھا. اسے سمیٹنے والے تھے لیکن جو خود اپنے آپ کو بمشکل سنبھالے ہوئے تھا وہ حیا کو نہ سمیٹ پاتا.

"تمہیں بھوک لگی ہو گی. آؤ کھانا کھاتے ہیں." اس نے بات بدل دی تھی. حیا کا ہاتھ اب حمزہ کے ہاتھ میں تھا. وہ ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی. لیکن گرفت مضبوط تھی. وہ یوں ہی اس کا ہاتھ پکڑے ریسٹورنٹ میں داخل ہوا. ڈور پر کھڑے سیکیورٹی گارڈ نے آگے بڑھ کر کانچ کا دروازہ کھولا.

مینیجر حمزہ کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھا.

"حمزہ سر!" اس نے دور سے ہی آواز لگائی.

اور نہایت گرمجوشی سے حمزہ کو ہاتھ ملایا.

"کیسے ہیں آپ. بڑے عرصے بعد چکر لگایا. اور علی صاحب نہیں آئے." مینیجر نے حیا کو دیکھتے ہوئے کہا.

"ہاں یار! کب تک علی کے ساتھ ہی پھرتا رہتا. اب میری بیوی آ گئی ہے." وہ ہنسا. حیا نے پہلی بار حمزہ کو ہنستے دیکھا تھا. مسکراتے ہوئے اس کی آنکھیں چھوٹی ہو جاتی تھیں. جس سے وہ اور پرکشش لگتا تھا. وہ ہینڈسم تھا.

"اوہ. از شی یور وائف؟" مینیجر کی آنکھوں میں خوشگوار حیرت تھی.

"یپ. مائی وائف. حیا حمزہ فیاض بیگ." حمزہ نے حیا کے گرد بازو پھیلایا. حیا نے سختی سے آنکھیں بھینچی. اور گھور کر حمزہ کو دیکھا. آنکھوں میں احتجاج تھا.

"ہیلو میم. ویلکم ٹو دس پلیس." مینیجر ادباً جھکا.

حیا زبردستی مسکرائی. حمزہ نے گرفت اور مضبوط کر دی. حیا کا دل چاہا وہ بھاگ جائے یہاں سے. لیکن وہ صرف حمزہ کو دیکھ کر رہ گئی.

"سر! پلیز کم. ہیو آ سیٹ." مینیجر دونوں کو کارنر پر پڑے میز کی طرف لے گیا. حمزہ حیا کا ہاتھ پکڑے اسے ٹیبل تک لے آیا. حیا کو اپنے کان کی لوئیں گرم ہوتی محسوس ہوئی.

"سر. بہت خوشی ہو رہی ہے آپ کو اتنے عرصے بعد دیکھ کر." جب حیا اور حمزہ اپنی کرسیاں سنبھال چکے تو مینیجر نے کہا. حمزہ جواباً مسکرایا.

"حد ہے ایسے بھی کیا موتی جڑیں ہیں اس کو." حیا نے خفگی سے حمزہ کو دیکھتے ہوئے سوچا.

"میں ویٹر کو بھیجتا ہوں۔" مینیجر نے حمزہ سے ہاتھ ملایا. اور کاؤنٹر کے پیچھے غائب ہو گیا.

مینیجر کے جاتے ہی حیا کی نظروں کا زاویہ بدلا. وہ مسلسل حمزہ کو گھور رہی تھی. ہر گزرتے لمحے کے ساتھ حیا کا دل باہر نکلنے کو تھا. اس کے پاس یقیناً کشش ثقل تھی. جو اس کا دل کھینچ رہی تھی.

حمزہ اس کی نظروں سے بے خبر نہیں تھا. حمزہ کا چہرہ اس کی نظروں کی تپش محسوس کر رہا تھا.

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" جب حمزہ کی برداشت جواب دے گئی تو اس نے حیا کو دیکھتے ہوئے پوچھا.

"یہ سب کیا تھا." حیا بگڑی.

"کیا تھا." وہ انجان بنا رہا.

"یہ یوں مجھے پکڑنا. چھونا." حیا نے نہ صرف منہ بنایا بلکہ با قاعدہ ہاتھ سے اپنا کندھا جھاڑا.

"پبلک میں لوگوں کو دکھانے کے لیے یوں کرنا پڑتا ہے." اس نے دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کرتے ہوئے انگڑائی لی. وہ اپنے اور حیا کے بیچ خفگی کم کرنا چاہتا تھا.

"آئندہ مجھ سے پوچھے بغیر مجھے ہاتھ مت لگانا." حیا اس کی لاپرواہی پر آگ بگولا ہوئی.

"پوچھ کر لگا سکتا ہوں؟" حمزہ نے اجازت چاہی. کوئی اور لڑکی ہوتی تو وہ حمزہ کی اس ادا پر فدا ہو جاتی. لیکن وہ حیا تھی. جسے حمزہ سے نفرت تھی. اس کے ساتھ رہنا مجبوری. وہ حمزہ کے گھر کے علاوہ کہیں اور محفوظ نہیں تھی.

"سر ہاؤ آئی کین اسسٹ یو؟" حیا کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ویٹر کی آواز سنائی دی. حمزہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا.

"کیا کھاؤ گی. "حمزہ نے مینیو کارڈ پر نظر گھماتے حیا سے پوچھا.

"مجھے بھوک نہیں ہے. " گو کہ حیا کو بہت بھوک لگ رہی تھی. اور یہاں کھانے کی خوشبو اس کی بھوک اور بڑھا رہی تھی. لیکن وہ حمزہ کے کہنے پر کچھ نہیں کرنا چاہتی تھی.

حمزہ نے پاس کھڑے ویٹر کو دیکھا. اور زبردستی مسکراتے ہوئے حیا کو دیکھا.

" جانا! ہم کھانا کھانے آئے ہیں تو بھوک کیسے نہیں لگی. "حمزہ نے کمال اداکاری سے پیار جتایا. حیا بس منہ کھولے اسے دیکھتی رہی.

"تو بتاؤ. تم کیا کھاؤ گی. "حمزہ نے مینیو کارڈ حیا کی طرف پھیرا.

حیا "جانا" لفظ کے استعمال پر دوبارہ احتجاج کرنا چاہتی تھی. لیکن حمزہ کے انداز سے اسے لگا یہ بات ابھی دبا دینی چاہئیے. اور اس نے فرمانبردار بیوی کی طرح حمزہ کے ہاتھ سے مینیو کارڈ لیا. اور دو فوڈ آئٹمز پر انگلی رکھ کر ہاتھ پیچھے کھینچ لیا.

حمزہ نے کارڈ اٹھایا. اور ایک دو اور ڈشز کا نام نوٹ کروایا. حیا کو حمزہ کا یوں اس کے ساتھ بے تکلف ہونا کھٹک رہا تھا. وہ اتنا سویٹ تھا نہیں جتنا بن رہا تھا.

کھانا کھاتے اور گھر واپس آنے تک چار بج چکے تھے.

گیٹ علی نے کھولا تھا. وہ حیا سے پہلی بار مل رہا تھا.

"اسلام علیکم بھابھی." علی نے اپنائیت سے کہا. حیا نے بس مسکرانے پر اکتفا کیا.

"مجھے شاید آپ نہیں جانتی. میں حمزہ کا دوست ہوں."

"تو نے بھابھی کو میرا تو نہیں بتایا ہو گا." اپنا تعارف کروانے کے بعد علی نے حمزہ سے شکوہ کیا.

"بھول گیا." حمزہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے معذرت چاہی.

"نائس ٹو میٹ یو علی." حیا کو نیند آ رہی تھی. وہ دونوں کو وہیں چھوڑ کر اندر چلی گئ.

"کیا بات ہے باس. ڈنر ونر. ہاں" علی نے حمزہ کو چھیڑا.

"ہاں تو. بھوک لگی تھی اسے. فریحہ نے جو اسے ڈرا کر وہاں رکھا ہوا تھا. بے چاری." حمزہ نے بات کور کرنے کے لیے فریحہ کو بیچ میں گھسیٹا.

"بتایا اس نے مجھے تو نے کیا کروایا اس سے. شرم تو نہیں آتی تجھے. میری معصوم بیوی کو ولن بنا دیا." علی نے اس کے سینے پر مکا مارا.

"جاہل انسان. درد ہوتا ہے." حمزہ نے اپنے سینے کو سہلایا.

"میرے یار." علی نے حمزہ کو اپنے بازوؤں میں بھینچا. وہ تھوڑی دیر پہلے تک اس نکاح کو لے کر پریشان تھا. اب حیا سے مل کر قدرے مطمئن اور حمزہ کے لیے خوش تھا.

"کیا ہو گیا ہے تجھے." حمزہ نے جواباً اپنے بازو اس کے گرد باندھے.

"خوش ہے تیرا بھائی. اور کیا ہونا ہے." وہ پیچھے ہوا.

"تجھے کس نے بتایا ہم ڈنر کے لیے گئے تھے. تو نے میرے پیچھے بندے لگائے ہوئے ہیں؟" حمزہ نے مشکوک انداز میں علی کو دیکھا.

"اوئے نہیں یار! تجھے کیا لگا. تو مجھے چھوڑ کر اب بھابھی کو لے کر جائے گا تو مجھے پتا نہیں چلے گا؟ ہماری بھی کوئی پہنچ ہے بھئی." علی نے اپنا کالر پکڑا.

حمزہ نے اس کے انداز پر بے ساختہ قہقہہ لگایا. اور دونوں اندر کی طرف بڑھ گئے.

علی حمزہ کے ساتھ اس کے روم میں تھا. جبکہ حیا کو نیچے الگ کمرہ دے دیا گیا تھا. حمزہ کے کہنے پر کمرے میں حیا کی ضرورت کے مطابق سب کچھ بی اماں نے رکھ دیا تھا. حیا کو تو رہنے سے غرض تھی. پھر چاہے کمرہ جیسا بھی ہو. حمزہ حیا کو لے کر کافی پریشان تھا. وہ جلد از جلد حیا کو اس کے والد کے انتقال کا بتا دینا چاہتا تھا. لیکن اسے مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے.

"یہ موت بھی زندگی کی عجیب حقیقت ہے. جن کے بغیر ہم جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے. وہ ہمیں چھوڑ کر منوں مٹی تلے سو جاتے ہیں. ہمیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں."

بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے وہ علی سے کہہ رہا تھا.

"اب تو کیوں پریشان ہے." علی پچھلے آدھے گھنٹے سے اس کی ایسی ہی باتیں سن رہا تھا.

"یار. میں حیا کو کیسے بتاؤں. مجھے اس کے ری ایکشن سے ڈر لگتا ہے."

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"حمزہ توڈرپوک تو نہیں تھا. اب تجھے کیا ہو گیا ہے."

"مجھ سے یہ موت کی خبریں نہیں سنائی جاتی. "حمزہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا.

"میں بتادوں؟" علی نے اجازت طلب نظروں سے حمزہ کو دیکھا.

"یا فریحہ سے کہہ دوں؟" جب حمزہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تو اسنے دوسری رائے دی.

"نہیں. میں خود اسے بتاؤں گا."

"یہ ہی بہتر رہے گا." علی نے اثبات میں سر ہلایا.

صبح کا ا بج رہا تھا. حیا اب تک سو رہی تھی. حمزہ ابھی باہر سے آیا تھا. علی فریحہ کو لینے گھر گیا تھا.

لڑکے مختلف کام نمٹاتے خوش گپیوں میں مصروف تھے. شیری سب کو. اپنے سنجیدہ انداز میں چٹکلے سنا کر داد وصول کر رہا تھا.

"سر اب تو بھابھی سے ملوادیں." شیری نے حمزہ کو دیکھتے ہی ساتویں بار فرمائش کی.

"بتایا تو سو رہی ہے. "حمزہ نے اب کے شیری کی ڈھٹائی پر اسے گھورا. وہ جب سے آیا تھا یہ ہی رٹ لگائے بیٹھا تھا.

شیری سب کا لاڈلا ہونے کے ساتھ حمزہ کا چہیتا بھی تھا. شیری کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا. ماں باپ تھے جو ایک حادثے میں وفات پا گئے تھے. وہ اکلوتا تھا. دربدر کی ٹھوکریں کھاتا ایک خطرناک گینگ کے ہتھے چڑ

گیا تھا. ابھی اسے وہاں دو دن بمشکل ہوئے تھے کہ حمزہ اسکواڈ نے ائیریا پر ریڈ کروا دیا. تفتیش میں واضح ہوا کہ شیری کو وہاں آئے محض دو دن ہوئے تھے. حمزہ نے آئی جی سے ریکویسٹ کر کے شیری کو اپنے زیر سایہ لیا. بقول شیری کے حمزہ نے سترہ سالہ شیری کو اڈاپٹ کر لیا. اسے شیری میں ایک قابل شخصیت دکھتی تھی. یہ بھی شیری کا ہی کہنا تھا.

حمزہ کی شیری پر تمام تر عنایتوں کی وجہ سے سب اسے سن آف حمزہ بلاتے تھے. گو کہ حمزہ اور شیری کی عمر میں چھ سات سال سے زیادہ کا فرق نہیں تھا. لیکن ذاتی اور پروفیشنل زندگی کے تجربے نے حمزہ کو واقعی وقت سے پہلے بڑا کر دیا تھا.

اس کی شخصیت میں سنجیدگی اور ٹھہراؤ آ گیا تھا.

فریحہ آ چکی تھی. گھر میں اب شادی کا سماں لگ رہا تھا. ہال میں سب محفل جمائے بیٹھے تھے.

حیا کمرے سے باہر نکلی. مگر اتنے لوگوں کو دیکھ کر وہ دوبارہ اندر چلی گئی.

حمزہ نے اسے دروازے سے واپس جاتے دیکھ لیا تھا. وہ اس کے پیچھے کمرے میں آیا.

"سات بجے ریسیپشن ہے. اسی سلسلے میں سب آئے ہوئے ہیں. تم فریش ہو جاؤ. وہ سب تم سے ملنا چاہتے ہیں. صبح سے تمہارا پوچھ رہے ہیں."

"میں ان کو نہیں جانتی." حیا پہلی بار میں حمزہ کی بات مان جائے ایسا کیسے ہو سکتا تھا. حمزہ چل کر اس کے سامنے آ گیا.

"تو جان جاؤ گی. یہ ہی میری فیملی ہے حیا. اور اب تمہاری بھی. میں دو دن یہاں ہوتا ہوں چھ دن نہیں ہوتا. میرے بعد یہ ہی تمہارا خیال رکھیں گے. "حمزہ نے باہر بیٹھے لوگوں کا بہترین تعارف کروایا تھا.

"کیوں مجھے ہر چیز کے لیے فورس کرتے ہو تم. تمہاری فیملی ہے تو تم ملو. میں کسی سے نہیں ملوں گی. کوئی شو پیس نہیں ہوں میں. "وہ بات غلط سمت لے کر جا رہی تھی.

حمزہ کو پہلے ہی سمجھ جانا چاہئیے تھا. وہ ایک بار کہنے سے کہاں ماننے والی تھی..

" کھڑی ہو. کھڑی ہو. "وہ چلایا.

باہر شور اتنا تھا کہ آواز کمرے سے باہر نہیں گئی.

حیا نہ چاہتے ہوئے بھی کھڑی ہو گئی. اسے حمزہ کے غصے سے ڈر لگتا تھا. وہ ایک منٹ میں آپے سے باہر ہو جاتا تھا..

اس نے حیا کا ہاتھ پکڑا اور اسے لاؤنج میں لے آیا.

"اسلام م م م م م علیکم م مم مم بھاااا بھی ی ی ی ی."

دونوں کو دیکھ کر ایک منٹ مودبانہ خاموشی چھائی رہی. اور پھر بیک وقت سکول کے بچوں کی طرح سب نے با آواز بلند سلام کیا. حیا کو عجیب لگا وہ نرسری کلاس کی ٹیچر نہیں تھی.

"ماشاللہ. ماشاللہ. "حیا نے آواز کا تعاقب کیا. یہ انیس بیس سال کا لڑکا تھا. جو صوفہ پھلانگتا ان دونوں کے سامنے آ کھڑا ہوا. آتے ہی لڑکے نے اپنا سر آگے کر دیا.

حیاایک قدم پیچھے ہٹی.

"ارے پیار دیں. چھوٹے ہیں ہم." وہ اور جھکا. حیانے سوالیہ نظروں سے حمزہ کو دیکھا. وہ ابھی اتنی بڑھی تونہیں ہوئی تھی کہ اپنے سے دو تین سال چھوٹے لڑکوں کے سر پر ہاتھ رکھتی.

"یہ شیری ہے." حمزہ نے حیاکاہاتھ شیری کے سر پر رکھتے ہوئے اس کا تعارف کروایا.

"شیری ی ی ی. شیری. شیری ی ی ی. شیری."سب نے ردھم میں سر لگایا.

حیاکوان کی دماغی حالت پر شک ہوا. تبھی فریحہ ہنستے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی.

"برامت ماننا. سب سے چھوٹاہے تونا سمجھ ہے." فریحہ نے شیری کے سر پر چپت رسید کی.

"اور بدتمیز بھی." یہ شیروان تھا.

شیری نے محض شیروان کو گھورنے پر اکتفا کیا. جبکہ باقی لوگ شیری کی شامت پر چہک رہے تھے.

"ہائی. آئی ایم فریحہ. نام توسناہو گا" فریحہ نے آگے بڑھ کر حیاکو گلے لگایا. اسے کیسے وہ بھول سکتی تھی. جیل میں جس طرح ہر دو منٹ بعد آکر فریحہ اسے ڈرادھمکارہی تھی. اسے یاد تھا. حیانے حمزہ کی طرف دیکھا.

"اپنے علی کی وائف ہے." حمزہ نے حیاکاہاتھ اب تک پکڑاہوا تھا.

"جی اور آپ کے کھسم کی دوست. میر امطلب آپکے شوہر نامدار کی. " ہلکے قہقہے بلند ہوئے. حیااور حمزہ کے نکاح کی حقیقت اب سب جان چکے تھے. حمزہ نے کون ساپردہ رکھا تھا. حیا کے رات جیل میں رہنے اور وہاں ہوئے واقعات فریحہ نے چہک چہک کر سب کو بتائے تھے.

"تم مجھ سے ناراض ہو گی. پر کیا کریں مجبوری ہے. باس کا حکم ہم ٹال نہیں سکتے. "فریحہ کو دیکھ کر حیا کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا.

"پہلی ملاقات اچھے حالات میں نہیں ہوئی لیکن میں اتنی خوفناک نہیں جیسی جیل میں تم سے ملی. "فریحہ تلخی کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی. واقعی اب جس فریحہ سے وہ مل رہی تھی وہ جیل والی فریحہ سے بالکل مختلف تھی.

خوش مزاج اور بالکل مختلف لب ولہجہ.

"مائی نیم از زویان. "فریحہ مل کر پیچھے ہوئی تو صوفے کے بازو پر بیٹھے زویان نے ہاتھ بلند کیا.

"اینڈ آئی ایم ناٹ آٹیر ارسٹ. "شیری نے بیچ میں ٹانگ اڑائی.

سب کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی.

"دس از شیر وان. "شیر وان نے آخر میں اپنے تعارف کے لیے ہاتھ اٹھایا.

"عمر چوبیس سال. رنگ گورا. دماغی حالت ٹھیک نہیں. دو دن سے لاپتہ. جسے ملے خود ہی رکھ لے. ہمیں ضرورت نہیں. "سیل فون پر جھکے شیری نے انتہائی سنجیدہ انداز میں شیر وان کو لاپتہ قرار دے دیا.

"گدھا ہے تو." شیر وان بھڑ کا. لاؤنج قہقہوں سے گونجا.

حیا اب ان کی نوک جھونک انجوائے کر رہی تھی.

"تھوڑی دیر تک ہم پارلر جا رہے ہیں. تمہیں چھوڑ کر میں آجاؤں گا. کچھ چیزیں ہیں جو مجھے یہاں دیکھنی ہیں.

تم تیار ہو جانا پھر میں تمہیں لے آؤں گا." جب سب اپنا تعارف کروا چکے تو حمزہ نے حیا کو اگلے دو گھنٹوں کا لائحہ عمل بتایا.

****

جاری ہے